نکاح کے مسائل سے متعلق معاصر قومی اردو اخبارات میں شائع شدہ فتاویٰ کے اثرات کا جائزہ

An evaluation of the effects of fatwas published in contemporary national Urdu newspapers on marriage issues

Farwah Majeed
PhD Scholar, Department of Islamic studies
Lahore Garrison University, Lahore
farwahmajeed@gmail.com
Dr.Hafiz.M.Mudassar Shafique
Assistant professor, Faculty of social sciences,
Department of Islamic studies, Lahore Garrison University, Lahore
drmudassar@lgu.edu.pk

Abstract
All the philosophies of life that exist at the moment, none of them is perfect and complete in every respect, which can meet the needs of every sector of human life, including guidance about every corner of life from the individual level to the collective and international life. Only the religion of Islam has given such a system which is perfect and complete in all respects and it contains the equipment of guidance about all areas of life. The basis of Islamic teachings are five things: beliefs, worship, society, affairs. And ethics. In the religion of Islam, after worship, the most important area is family life. In the modern age, the cultural and social revolution gave rise to many family problems, Islamic scholars (Muftian) presented the solution of these new family problems to the Muslim Ummah after deep discussion and research in the Book of Allah, the Sunnah of the Messenger of Allah (PBUH) and other Sharia texts. So that the members of the Ummah do not get caught in confusion in the problems that have arisen. Even in the present era, scholars, great jurists, Muhadditheen and other scholars related to religion have written books to solve family problems through writing and speech to keep the members of the Islamic society aware and related to Islamic teachings. , they started the publication of permanent columns and fatwas in scientific and literary magazines, journals, magazines and newspapers. The fatwas of Islamic scholar (Mufti-e-Karam) were published in contemporary national newspapers. Due to public popularity and dear heart, this tradition has been given a prominent place in the pages of newspapers, these published fatwas are read by people from all walks of life with great interest and are extremely popular. In this article, considering the importance of fatwas related to family issues published in national newspapers, the above mentioned research topic was chosen so that family fatwas can be published together.
Keywords: marriage issues, national Urdu newspapers,the effects of fatwas in Society

تمہید:

اسلام میں نکاح کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی، نکاح میں مشغول ہونا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل بتایا ہے، نکاح میں وقوع فی الزنا سے نفس کی حفاظت ہے، دو عبادتیں ایسی ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک مشروع ہیں جنت میں بھی مستمرًا باقی رہیں گی۔ ایک ایمان اور دوسرا نکاح، اس آرٹیکل میں معاصر قومی اردو اخبارات (روزنامہ جنگ، رونامہ ایکسپریس، روزنامہ دنیا) میں نکاح کے مسائل سے متعلق شائع ہونے والے فتاویٰ جات کو نقل کیا گیا ہے۔ جس میں نکاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف، منگنی، شادی کی رسمیں، خطبۂ نکاح، ایجاب و قبول اور غیر رجسٹرڈ نکاح کے فتاویٰ جات کو نقل کیا گیا ہے۔ فتاویٰ کو نقل کرنے کی ترتیب یہ بنائی گئی ہے کہ سب سے پہلے تینوں قومی اردو اخبارات (روزنامہ جنگ، رونامہ ایکسپریس، روزنامہ دنیا) سے ایک موضوع سے متعلق فتاویٰ جات کو نقل کیا گیا ہے اور اُسی موضوع کے آخر میں عوام الناس پر اخبارات میں شائع ہونے والے فتاویٰ کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ تحریر میں لایا گیا ہے یعنی اخباروں میں چھپنے والے فتاویٰ نے لوگوں کی زندگیوں پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں۔

نکاح کا لغوی معنیٰ:

نکاح کا لفظ باب (ف ض) **نكاحا و نكحا، المرأة** عورت سے شادی کرنا، **نكحت المرأة** عورت کا شادی کرنا۔ **صفت ناكح و ناكحة۔ نكح المطر الارض:** بارش کا زمین جذب ہونا... **الدواء فلانا:** دوا کا کسی کے اندر اثر کرنا.... **النعاس عينه:** آنکھوں میں نیند کا غالب ہونا۔ **انكحه المرأة:** شادی کرانا۔ تناکحوا: ایک دوسرے سے شادی کرنا۔ تناکحت الاشجار: درختوں کا آپس میں گتھ جانا۔ **استنكح الرجل المرأة:** شادی کرنا وغیرہ وغیرہ۔[1] نیز اس کے معنی ملانے ضم کرنے جذب ہونے کے بھی آتے ہیں اسی سے **نكح المطر الأرض** بارش زمین میں جذب ہو گئی۔[2]
النكاح هو فى اللغة الضم والجمع.[3]

نکاح کا اصطلاحی معنیٰ:

نکاح لغت میں ضم کے لیے ہے۔ پھر وطی کے معنی میں نقل کر لیا گیا۔ وطی کے ضم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے۔ پھر عقد نکاح کی طرف نقل کر لیا گیا ہے۔ اس لیے کہ عقد سبب ضم ہے۔ گویا عقد مجاز المجاز ہے۔[4]

نکاح کے فقہی معنیٰ:

فقہاء کے نزدیک نکاح ایک ایسے معاملہ کا نام ہے جس کے ذریعہ مرد کے لیے بالقصد ایسی عورت سے لذت حاصل کرنا اور فائدہ اٹھانا حلال قرار پاتا ہے جس سے نکاح کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے جیسے کفر و شرک اور ذی رحم محرم ہونا یا نا جنس ہونا۔ علماء اصول اور علماء لغت کے نزدیک نکاح کی وضع حقیقت میں وطی کے لیے

ہے اور عقد پر اس کا اطلاق مجازاً ہے۔ لہٰذا کتاب و سنت میں جہاں بھی نکاح کا لفظ آئے اور قرائن سے خالی ہو اس سے وطی اور جماع مراد ہو گا۔[5]

منگنی اور اس موقعہ پر غیر اسلامی رسومات سے متعلق فتاویٰ

منگنی اور اس موقعہ پر غیر اسلامی رسومات سے متعلق درج ذیل فتاویٰ معاصر قومی اردو اخبارات (روزنامہ ایکسپریس، روزنامہ جنگ اور روزنامہ دنیا) میں شائع ہوئے۔ ارٹیکل کی مناسبت سے منگنی سے ابتداء کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عائلی (ازدواجی) زندگی کی ابتداء منگنی سے ہوتی ہے اس لیے سب سے پہلے قومی اخبارات میں منگنی سے متعلق جو فتاویٰ جات شائع ہوئے ہیں اُن فتاوٰی کو سب سے پہلے نقل کیا جارہا۔ پہلے تینوں اخبارات میں منگنی سے متعلق جو فتاویٰ شائع ہوئے ہیں ان کو الگ الگ نقل کیا گیا ہے اور آخر میں عوام الناس پر ان فتاویٰ کے اثرات تجزیہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

"تفہیم المسائل"، روزنامہ ایکسپریس

محض رشتہ یا منگنی طے کرنا نکاح نہیں:

سوال: "میری نابالغہ بیٹی کا نکاح میری غیر موجودگی میں میرے والد (لڑکی کے دادا) نے کسی شخص سے طے کر دیا۔ پھر ہمارا کچھ لوگوں سے اختلاف ہوا، جھگڑے کی نوبت آگئی تو جرگہ منعقد ہوا۔ مخالف فریق کے کسی آدمی نے اسلحہ تان لیا۔ ہمارے آدمی نے بندوق لے کر چھینک دی جس سے بندوق کی نالی ٹیڑھی ہو گئی۔ جھگڑا مزید بڑھا اور کسی فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا۔ بعد ازاں بندوق کا نقصان بھی ہم نے پورا کیا اور فریق مخالف نے اسلحہ کے زور پر ایک رشتہ طلب کیا۔ میرے والد نے اپنی اولاد کی جان کو خطرے میں سمجھتے ہوئے میری بیٹی کا رشتہ دے دیا۔ جب مجھے جب یہ پتا چلا تو میں نے رشتہ رد کر دیا۔ واضح رہے کہ با قاعدہ گواہوں کی موجودگی میں نکاح نہیں کیا گیا، بلکہ محض رشتہ طے کیا گیا تھا۔ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ یہ نکاح کہلائے گا یا نہیں؟"

جواب: "نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے۔ علامہ برہان الدین ابو بکر الفرغانی حنفی لکھتے ہیں کہ نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق آپ کے والد نے یہ رشتہ طے کیا جسے عرف میں منگنی کہا جاتا ہے۔ منگنی وعدہ نکاح ہے، نکاح نہیں ہے۔ بہ حیثیت والد آپ ولی اقرب ہیں۔ بچی کے حق میں آپ کے فیصلے کو دادا پر فوقیت حاصل ہے۔ مذکورہ صورت میں محض رشتہ طے کیا گیا ہے جسے ختم کرنے کے لیے کسی پابندی کی ضرورت نہیں۔"[6]

پیغام نکاح پر پیغام:

سوال: "زید نے عمرو کے بیٹے سے اپنی بیٹی کا رشتہ طے کر دیا، مگر اب وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی اور سے کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا وعید ہے؟"

جواب: "جمہور علماء کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ جب کسی شخص کا رشتہ صراحتا منظور کر لیا جائے اور وہ اسے ترک نہ کرے تو دوسرے شخص کے لیے نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، تاہم اگر کسی شخص نے اس کے باوجود نکاح کر لیا تو نکاح صحیح ہے اور فسخ نہیں کیا جائے گا۔ منگنی پر منگنی کی تحریم اس صورت میں ہے جب رشتہ منظور کر لیا گیا ہو اور اگر رشتہ یا پیغام منظور نہیں ہوا تو دوسرے شخص کا پیغام دینا جائز ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے: "کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے، مگر جب وہ اس کی اجازت دے دے تو پھر ممانعت نہیں ہے)۔" امام احمد رضا قادری نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: "اس صورت میں لڑکی والوں کا منگنی طے کر کے اپنے اقرار سے پھرنا اور پہلے پیغام دینے والے سے وعدہ کر کے دوسرے سے نکاح کا ارادہ کرنا شرعاً مذموم و قابل مواخذہ ہے۔"[7]

منگنی کے بعد لڑکے اور لڑکی کا آپس میں بلا تکلف بے حجاب ملاقاتیں کرنا:

سوال: "لڑکا لڑکی کی منگنی ہونے کی صورت میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکا اور لڑکی اکے لیے باہر گھومتے ہیں آیا منگنی والی لڑکی کا اپنے منگیتر کے ساتھ بے پردہ باہر جانا جائز ہے یا نہیں، اس کو حرام مانا جائے گا یا نہیں؟"

جواب: "منگنی وعدۂ نکاح ہے، نکاح نہیں ہے۔ لہٰذا منگنی کے بعد بھی جب تک کہ باقاعدہ نکاح نہ ہوا ہو لڑکی لڑکے کے لیے بدستور اجنبی رہتی ہے جیسا کہ کوئی بھی دوسری غیر محرم بالغہ لڑکی۔ لہٰذا قبل از نکاح لڑکے لڑکی کا بلا تکلف اور حجابِ شرعی کے بغیر

آپ میں ملنا، خلوت میں رہنا اور گھومنا پھرنا قطعاً جائز نہیں ہے، ممنوع ہے۔"[8]

دوسری جگہ اسی قسم کے سوال سے متعلق مفتی منیب الرحمٰن نے روزنامہ ایکسپریس میں درج ذیل فتویٰ دیا:

> "جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے، خواہ خود دیکھ لے یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ اطمینان کر لے، اس سے زیادہ "تعلقات" کی نکاح سے قبل اجازت نہیں، نہ میل جول کی اجازت ہے نہ بات چیت کی، اور نہ خلوت و تنہائی کی۔ نکاح سے قبل ان کا ملنا جلنا بجائے خود غیر اخلاقی حرکت ہے۔"[9]

جاہلیت پر مبنی غیر شرعی رسم "ننگ" کا حکم:

سوال: "بعض قبائلی علاقوں میں یہ رسم ہے کہ جب کسی کے گھر نکاح کا پیغام دینے کے لیے جائیں اور اہل خانہ انکار کر دیں تو وہ لوگ اُن کے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر فائرنگ کر دیتے ہیں یا بلند آواز سے کہتے ہیں کہ ہم نے اس لڑکی کا رشتہ مانگا ہے، اس لیے ہماری مرضی کے بغیر کوئی اور اس کا رشتہ نہیں مانگ سکتا۔ اس قبیح رسم کو قبائلی

روایات میں غگ کہتے ہیں۔غگ کے معنی ہیں:"اونچی آواز"۔اس رسم کی وجہ سے اہل خانہ کے پاس دو آپشن رہ جاتے ہیں:(1) یہ کہ اُن کی عورتیں اپنی پوری زندگی شادی کے بغیر گزاریں۔(۲) اپنی مرضی کے برعکس انہی کے ساتھ مجبور ہو کر شادی کریں، کیونکہ کوئی دوسرا شخص ان طاقت در لوگوں سے دشمنی مول لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس لیے اس گھر میں کوئی رشتہ مانگنے آتا ہی نہیں ہے اور ایسی لڑکیاں گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں اور ان کی زندگی برباد ہو جاتی ہیں، ایسی رسوم کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے ؟۔

جواب:"غگ کی جو تعریف آپ نے کی ہے، یہ سراسر غیر شرعی اور جاہلانہ رسم ہے اور "**حمیت جَاهِلِية**" پر مبنی ہے۔ کسی بھی گھر میں نکاح کا پیغام دینا شریعت کی رو سے ایک جائز امر ہے، جہاں لڑکیاں ہوتی ہیں وہاں رشتے آتے ہیں۔ لڑکی کے گھر والوں کو نکاح کے پیغام کو قبول یا رد کرنے کا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ پیغام نکاح رد کیے جانے کے بعد اس طرح کی کارروائی مکمل طور پر خلاف شرع ہے۔ اگر کوئی اس کو غیرت کا نام دیتا ہے تو قرآن نے ایسی غیرت کو "**حمیت جَاهِلِية**" سے تعبیر کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:**اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ** [10] ترجمہ:"جب کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی جو جاہلانہ تعصب تھا"۔ جب کوئی شخص کسی جائز شرعی بات کو اپنی توہین سمجھ کر غیرت کھائے اور اُسے اپنی عار سمجھے، تو یہی حمیت جاہلیہ ہے، اسے "غگ" کہیں یا کوئی اور نام دیں۔ یہ رسم قبیلے یا معاشرے کے طاقتور لوگوں کی طرف سے کمزوروں کے حقوق کو سلب کرنا ہے، کیونکہ کوئی کمزور فرد قبیلے کے سردار یا اپنے سے زیادہ طاقت ور یا دادا گیر بدمعاش کے گھر کے سامنے جا کر غگ نہیں کر سکتا، یہ کام صرف طاقت کے نشے میں بدمست لوگ کرتے ہیں۔ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں یہ جاہلانہ رسمیں کمزوروں کے حقوق کو سلب کرنے کے لیے اختیار کی گئی ہیں اور حکومت کا فرض ہے کہ ایسی جاہلانہ رسوم کے خلاف باقاعدہ قانون سازی کرے اور کمزوروں کے حقوق سلب کرنے والوں کو تعزیری سزا دے، کیونکہ یہ رسم بنیادی انسانی حقوق کے بھی خلاف ہے۔"[11]

شادی کی رسوم کا شرعی حکم

سوال: رسم مایوں اور رسم مہندی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا سہرا بندی جائز ہے؟ سہرا بندی میں کلّہ یا عمامہ باندھنا چاہیے؟

جواب: مایوں اور مہندی کی شرعی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے، یہ معاشرتی رسوم ہیں لیکن اگر ان میں خلاف شرع باتیں شامل ہوں، مثلاً بے پردگی، گانا بجانا، مرد وزن کا بے حجاب اختلاط وغیرہ، تو ان محرمات کے سبب یہ حرام ہوں گی۔ اصل مشروع امر صرف نکاح ہے، یعنی مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں تاکہ اعلان ہو جائے اور شرعی حجاب کے ساتھ باوقار انداز میں رخصتی ہے اور شب زفاف کے بعد ولیمہ سنت ہے، باقی سب خرافات ہیں۔

شادی کے موقع پر پھولوں کا سہرا باندھنا جائز ہے۔ بعض لوگ ان رسوم کو ہندوانہ کہتے ہیں، ملک، قوم، علاقے کی اپنی اپنی رسوم اور کچھ ثقافتی روایات ہوتی ہیں، اگر وہ کسی مخصوص مذہب کا شعار نہ ہوں اور نہ ہی ان میں کوئی چیز خلاف شرع ہو یعنی ان سے کسی سنت کا ترک یا کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو رہا ہو، تو یہ مباح کے درجے میں ہوتی ہیں۔ اسی لیے سنتوں کو بھی "سنن ہدیٰ" اور "سنن زوائد" میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سنن ہدیٰ وہ ہیں، جو مشروع امور ہیں، رسول اللہ ﷺ نے شارع کی حیثیت سے ان کا حکم فرمایا ہے، خواہ یہ وجوب کے درجے میں ہو یا سنت و استحباب کے درجے میں۔ "سنن زوائد" سے مراد وہ امور ہیں، جنھیں رسول اللہ ﷺ نے عرب کے مخصوص حالات میں لباس، وضع یا رہن سہن کے انداز کے طور پر اختیار فرمایا۔

لہٰذا جب سہرے کی ممانعت قرآن و حدیث اور فقہ میں نہیں ہے تو اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں۔ عمامہ باندھنا سنت مصطفیٰ ہے۔ عمامہ جو سنت ہے، اسے ٹوپی پر باندھنا چاہیے، کلّے پر بھی باندھا جا سکتا ہے، لیکن اگر عمامہ سنت سمجھ کر حصول ثواب کے لیے باندھا ہو، تو اس پر اجر ملے گا، اگر محض فیشن کے طور پر باندھا جائے، تو اس کی ممانعت تو نہیں ہے، لیکن اجر کا حق دار نہیں رہے گا۔[12]

بوقتِ نکاح دودھ پینا:

سوال: ہمارے ہاں یہ روایت ہے کہ نکاح کے وقت ایک شربت کا پیالہ رکھ لیا جاتا ہے، جب نکاح ہو جاتا ہے تو وہ پیالہ آدھا دولہا اور آدھا دلہن کو پلایا جاتا ہے، ہمارے ہاں کے بزرگ اس کو سنت قرار دیتے ہیں، قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟

جواب: اس عمل کے سنت ہونے کی کوئی دلیل ہماری نظروں سے نہیں گزری۔ اور ثبوت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی قول یا فعل منسوب نہیں کرنا چاہیے، اس پر بڑی وعید آئی ہے، ارشاد مبارک ہے:

((مَن كذَبَ عَلَى مُتَعَمدا فَلْيتَبوا مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ.))[13]

،ترجمہ: "جو میری طرف دانستہ جھوٹی بات منسوب کرے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے"۔

نبی ﷺ کے عہد مبارک کے موقع پر ایسا عمل ثابت ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح کے موقع پر ایسا کوئی عمل کیا گیا۔ تاہم سیدۃ النساء حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کی بابت حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے:

> "کہ نکاح ماہ رجب 1 ہجری میں ہوا اور رخصتی غزوہ بدر کے بعد 2 ہجری میں ہوئی۔ اُس وقت حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ جب زفاف کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کو کہلا بھیجا کہ میرے

آنے سے پہلے کچھ نہ کرنا حضور ﷺ تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر پانی پر دم کیا اور ان دونوں پر چھڑک دیا، پھر دعا فرمائی:((اللهمَّ بَارِك فِيهمَا وَبَارِك عَلَيهمَا وَبَارِك لَهمَا فِي نَسْلِها))،[14] ترجمہ:"اے اللہ ان دونوں میں برکت عطا فرما، ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان (کی آنے والی) نسل میں بھی برکتیں عطا فرما" اگر کوئی بزرگ دولہا اور دلہن کے لیے یہ عمل کر لے، تو اس میں شرعاً کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔"[15]

"آپ کے مسائل اور ان کا حل"، روزنامہ جنگ

کیا بغیر عذرِ شرعی منگنی توڑنا جائز ہے؟

سوال: "رشتہ یا منگنی طے ہو جانے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر منسوخ یا توڑ دینا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟"

جواب: "منگنی وعدۂ نکاح کا نام ہے، اور بغیر عذر کے وعدہ پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو منافق کی علامتوں میں شمار فرمایا۔ ہاں! اگر اس وعدے کے پورا کرنے میں کسی معقول مضرّت کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو شاید اللہ تعالیٰ مؤاخدہ نہ فرمائیں۔"[16]

منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے، منگنی سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: "ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ میں آپ کی لڑکی کا رشتہ اپنے لڑکے کے لیے چاہتا ہوں، اس پر ان صاحب نے رضامندی کا اظہار کیا اور بروز جمعہ کو منگنی کی رسم ادا کرنے کے لیے طے پایا۔ لڑکی کے والد نے لڑکے کے باپ سے مخاطب ہو کر کہا: میں نے اپنی فلاں لڑکی تمہارے بیٹے کو دی۔ اس نے کہا: میں نے یہ لڑکی اپنے فلاں بیٹے کے لیے قبول کی۔ تقریباً ایک ماہ دس دن گزر کے بعد لڑکی کی والدہ لڑکے کے گھر گئی اور ان سے معذرت کرنے لگی کہ میرے رشتہ دار ناراض ہوتے ہیں، لہٰذا یہ رشتہ ہم لوگ منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن لڑکے والے منسوخ کرنا نہیں چاہتے، کیا یہ رشتہ لڑکے کی مرضی کے خلاف منسوخ ہو سکتا ہے؟"

جواب: "منگنی رشتہ لینے دینے کے وعدے کا نام ہے، مگر منگنی سے نکاح نہیں ہوتا، اس لیے منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے اور بغیر کسی معقول اور صحیح عذر کے وعدہ خلافی گناہ ہے، مگر چونکہ عقدِ نکاح نہیں ہوا، اس لیے لڑکے سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔"[17]

لڑکا دین دار نہ ہو تو کیا منگنی توڑ سکتے ہیں؟

سوال: "کیا منگنی وعدے کے ضمن میں ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس کو ختم کر سکتے ہیں؟ اور اگر میں ختم کروں تو گنہگار تو نہ ہوں گی؟"

جواب: "منگنی وعدہ ہے، اور اگر لڑکا دین دار نہ ہو تو اس رشتے کو ختم کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔"[18]

نکاح سے پہلے منگیتر سے ملنا جائز نہیں:

سوال: "ایک صاحب فرما رہے تھے کہ: "منگیتر سے ملاقات کرنا، اس سے ٹیلیفون وغیرہ پر بات کرنا اور اس کے ساتھ گھومنا پھرنا صحیح نہیں۔" میں نے ان صاحب سے عرض کیا کہ کہ: "یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے، اس کو تو کوئی بھی بُرا نہیں سمجھتا۔" پھر میرے جواب کا وہ صاحب واضح جواب نہ دے سکے، جس کی وجہ سے میں اُلجھن میں پڑ گیا کہ واقعی یہ صحیح نہیں ہے؟"

جواب: "نکاح سے پہلے منگیتر اجنبی ہے، لہٰذا نکاح سے پہلے منگیتر کا حکم بھی وہی ہو گا جو غیر مرد کا ہے کہ عورت کا اس کے ساتھ اختلاط جائز نہیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ: "یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے، کوئی بُرا انھیں سمجھتا اول تو مسلم نہیں، کیونکہ شریف معاشروں میں اس کو نہایت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں معاشرے میں کسی چیز کا رواج ہو جانا کوئی دلیل نہیں، ایسا غلط رواج جو شریعت کے خلاف ہو، خود لائق اصلاح ہے۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکیاں غیر لڑکوں کے ساتھ آزادانہ گھومتی پھرتی ہیں، کیا اس کو جائز کہا جائے گا...؟"[19]

"دینی مسائل اور ان کا حل"، روزنامہ دنیا

منگنی توڑنا:

سوال: "میں نے اپنی بیٹی کا ایک جگہ رشتہ طے کیا اور منگنی کی رسم کی۔ منگنی کے بعد پتا چلا کہ لڑکا نشئ ہے، اس کا چال چلن درست نہیں وہ چوری چکاری میں بھی ملوث ہے۔ اب ہم وہ منگنی توڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ کچھ ل.گ کہہ رہے ہیں کہ تم نے لڑکی اُسے دینے کا وعدہ کر لیا ہے لہٰذا اب انکار نہیں کر سکتے۔ میری بیٹی بھی اس رشتے کے خلاف ہے، شریعت سے آگاہ فرمائیں، کیا ہم یہ رشتہ ختم کر سکتے ہیں؟"

جواب: "منگنی نکاح نہیں بلکہ نکاح کا صرف وعدہ ہے۔ اور بغیر عذر وعدے کی خلاف ورزی جائز نہیں تاہم اگر کوئی شرعی عذر ہو تو وعدہ توڑنا جائز ہے۔ لڑکے کا منفی چال چلن اور لڑکی کا اس نکاح پر راضی نہ ہونا شرعاً معقول عذر ہے، کسی کا یہ کہنا کہ تم نے لڑکی اس کے نام کر دی ہے شرعاً غلط ہے۔ اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں، آپ یہ رشتہ ختم کر سکتے ہیں، آپ پر کوئی وبال نہیں۔ شرعاً کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں"۔[20]

منگنی توڑنے کی شرعی حیثیت:

سوال: "میری بہن کی شادی کے بارے میں والد کی زندگی میں چچا کے لڑکے سے فقط بات ہوئی تھی اب پتہ چلا ہے کہ لڑکا نشہ وغیرہ بھی کرتا ہے تو بہن نے اس رشتے سے انکار کر دیا ہے اور اب وہ کسی طرح بھی ماننے کو تیار نہیں مگر لڑکے والے مجبور کر رہے ہیں کہ یہ رشتہ دینا ہو گا نیز انھوں نے جرگے میں بھی یہ بات کی ہے کہ اگر آپ

لوگ رشتہ توڑ دو گے تو 12 لاکھ روپے جرمانہ ادا کرنا ہو گا۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں کہ ہمارا رشتے سے انکار کرنا اور انکا اصرار کرنا، جرمانہ کا مطالبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟"

جواب: منگنی شرعاً نکاح نہیں بلکہ وعدہ نکاح ہے اور بلا عذر منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے جو شرعا ناجائز اور گناہ ہے۔ تاہم لڑکے کا نشہ کرنا منگنی توڑنے کا شرعاً معقول عذر ہے لہذا اسوال میں ذکر کردہ صورت اگر واقعتا درست ہے تو ایسی صورت میں آپ کے لیے اپنی بہن کی منگنی توڑنا شرعاً جائز ہے، اور لڑکے والوں کا اس پر آپ کو مجبور کرنا درست نہیں اور جرمانے کا مطالبہ کرنا تو بہر صورت نا جائز ہے جس سے احتراز کرنالازم ہے۔(فی عمدۃ القاری (۱/۳۴۹)"ازاوعد اخلف" نبه علی فساد النية لان خلف الوعد لا يقدح الا اذا عزم عليه مقارنا بوعده اما اذا كان عازماثم عرض له مانع اوبداله رأی فهذا لم توجد فيه صفتة النفاق، ويشهد لذالک مارواه الطبر انی باسناده ولا باس به فی حديث طويل من حديث سلمان رضی الله عنه: "ازاوعد وهو يحدث نفسه انه يخلف)"[21]

منگیتر کو دیکھنا اور میل جول کا حکم:

سوال: "میرا مسئلہ یہ ہے اپنے بیٹے کی منگنی کے لیے میں اور میرا بیٹا لڑکی والوں کے گھر گئے تو میرے بیٹے کی ساس نے کہا کہ آج ہم لڑکی کو بھی اس کے ساتھ بٹھائیں گے لیکن میں نے منع کر دیا وہ آزاد خیال تھے اور مجھے اس طرح اچھا نہیں لگتا تھا کہ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا آزاد میل جول ہو کیا میرا یہ عمل شریعت کے موافق ہے کہ نہیں؟"

جواب: "جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اسے ایک نظر دیکھ لینے کی اجازت ہے مگر اس سے میل جول، بلا ضرورت بات چیت، اور خلوت اختیار کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ لہٰذا آپ کا بیٹے کی شادی سے پہلے اسے منگیتر کے ساتھ بیٹھنے سے منع کرنا شرعاً درست تھا اور آپ کو شرعاً ایسے ہی کرنا چاہیے تھا"۔[22]

نکاح سے پہلے لڑکا لڑکی کے میل جول کی شرعی حیثیت

سوال: "کیا شادی سے قبل مطلب یہ کہ ابھی رشتہ ہو رہا ہے لڑکی اور لڑکا ایک دوسرے سے ایک ملاقات کر سکتے ہیں ایک دوسرے کو دیکھنے کے لیے بات کرنے کے لیے۔ تا کہ ایک دوسرے کو اچھے سے دیکھ سکیں اور پسند کر سکیں اور اگر لڑکا باہر کے ملک میں ہو تو اسکائپ پر ویڈیو چاٹ پر بات کر سکتا ہے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں؟ اگر اس دوران لڑکے یا لڑکی کو کوئی ایک پسند نہ آئے تو کیا رشتہ چھوڑ سکتے ہیں؟ جبکہ ماں باپ زبان دے چکے ہیں اور ماں باپ اس کو اپنی عزت سمجھتے ہیں اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے؟"

جواب: "نکاح سے پہلے لڑکا لڑکی کا آپس میں میل جول شرعاً جائز نہیں کیونکہ شرعاً نکاح سے قبل وہ آپس میں اجنبی ہیں اور اجنبی مرد وعورت کا اختلاط شرعاً جائز نہیں لہذا نکاح سے پہلے ملاقات یا بلا ضرورت فون اور نیٹ پر گفتگو

یا ویڈیو چاٹ وغیرہ سے احتراز لازم ہے تاہم جس سے نکاح کا ارادہ ہو اسے ایک مرتبہ دیکھنے یا کسی اور جائز طریقہ سے اطمینان حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں نیز اگر اس کے بعد رشتہ پسند نہ آئے تو اس رشتے کو چھوڑ سکتے ہیں (بشر طیکہ والدین نے نابالغی کی حالت میں نکاح نہ کرا دیا ہو) تاہم اس سلسلے میں والدین کے مشورے سے ہی کوئی قدم اٹھانا بہتر ہے نیز والدین کو بھی چاہیے کہ رشتے کے معاملے میں اپنی اولاد کی پسند و ناپسند کا ضرور خیال رکھیں۔"[23]

منگنی پر غیر اسلامی رسومات:

سوال: "میری بہن کی منگنی ماہ رواں میں منعقد ہو رہی ہے۔ میرے خاندان کے کئی افراد اس موقعہ پر اُن غیر اسلامی رسومات کا انعقاد کر رہے ہیں جو ہندوؤں میں ہوتی ہیں، میں انھیں غلط سمجھتا ہوں۔ مجھے مشورہ دیں؟"

جواب: "منگنی پر خلاف شریعت رسومات سے احتراز کرنا لازم ہے، فیملی کو روکنے کے لیے صرف حکمت و موعظہ حسنہ کا طریقہ اختیار کریں۔ اگر وہ نہ مانیں تو لڑائی جھگڑے سے اجتناب کریں اور دُعا کے ساتھ پیار سے سمجھانے کی کوشش جاری رکھیں اور اپنا عمل سنت کے مطابق رکھیں۔[24]

عوام الناس پر درج بالا فتاویٰ کے اثرات کا تجزیہ:

مفتی منیب الرحمٰن کے فتاویٰ بعنوان تفہیم المسائل روزنامہ ایکسپریس، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے فتاویٰ بعنوان آپ کے مسائل اور ان کا حل روزنامہ جنگ اور مفتی محمد زبیر کے فتاویٰ بعنوان دینی مسائل اور ان کا حل روزنامہ دنیا کے تراشے مختلف لوگوں کو پڑھائے تین قسم کے لوگوں نے ان فتاویٰ سے متعلق مختلف اپنے تأثرات بیان کیے۔ (1) کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبہ و طالبات (2) تحقیقی و تنقیدی ذہنیت کے حامل پڑھے لکھے لوگ (3) کم پڑھے لکھے دیہاڑی دار، مزدور طبقہ وغیرہ۔

(1) طلبہ و طالبات نے روزنامہ دنیا کے مفتی محمد زبیر کے فتاویٰ جات کو پسند کرتے ہوئے اپنی یہ رائے بیان کی ہے کہ ان کے فتاویٰ میں نہ تو اختصار ہے اور نہ ہی طوالت اور نہ ہی اپنے فتویٰ کی وضاحت کے لیے قدیم کتب فقہ اور فتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں۔ نفس مسئلہ کا تسلّی بخش جامع مانع الفاظ میں جواب دیا ہے۔

(2) تحقیقی ذہنیت کے حامل افراد نے روزنامہ ایکسپریس کے مفتی منیب الرحمٰن کے فتاویٰ کو پسند کیا ہے وجہ پسندیدگی یہ ہے کہ مفتی منیب الرحمٰن نے اپنے فتاویٰ تحقیقی انداز میں دیئے ہیں جس میں وہ اکابر مفتیان کرام جیسے اکثر اپنے فتووں میں مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے فتاویٰ ذکر کرتے ہیں اسی طرح مستند فقہی کتابوں فتاویٰ شامی، ہدایہ وغیرہ کی عبارات کو اپنے فتاویٰ میں بطور استدلال نقل کرتے ہیں۔

(3) کم پڑھے لکھے لوگوں نے روزنامہ جنگ کے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے فتاویٰ کو پسند کیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ہمیں صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ فلاں کام جائز ہے یا ناجائز، ایسا کرنے کی شریعت نے اجازت دی

ہے کہ نہیں۔ بس اختصار سے دینی مسئلہ کا حل معلوم ہونا چاہیے لمبی چوڑی وضاحتوں کی ہمیں ضرورت نہیں وہ پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ہیں جن کو اس مسئلہ کے دلائل درکار ہیں۔ ہمیں مطلوبہ دینی مسئلہ کا حل سادے لفظوں میں بغیر تفصیل میں چاہیے اس پر ہم عمل پیرا ہونگے اگر مفتی نے غلط بتایا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے۔

نکاح میں ایجاب وقبول سے متعلق فتاویٰ

نکاح کے لیے ایجاب و قبول شرط ہے، یعنی ایک طرف کا جائے کہ: "میں نے نکاح کیا" اور دوسری طرف سے کہا جائے: "میں نے قبول کیا" ایجاب نکاح کی پیشکش کرنے کو کہتے ہیں اور قبول اس پیشکش کو تسلیم کر لینے کو کہتے ہیں۔ ایجاب و قبول کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

تینوں اخبارات روزنامہ ایکسپریس، روزنامہ جنگ اور روزنامہ دنیا میں ایجاب و قبول سے متعلق جو فتاویٰ شائع ہوئے ہیں ان کو الگ الگ نقل کیا گیا ہے اور آخر میں عوام الناس پر ان فتاویٰ کے اثرات تجزیہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

"تفہیم المسائل"، روزنامہ ایکسپریس

نکاح میں ایک بار ایجاب وقبول کافی ہے:

سوال: "نکاح کے وقت دولھا سے تین مرتبہ قبول کرانا ضروری ہے یا ایک ہی بار قبول کرانے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟"

جواب: "عقد نکاح ہو یا کوئی اور عقد (معاہدہ) ہو، ایک بار ہی قبول کرنا کافی ہے تین مرتبہ کہنے کی حاجت نہیں اور اگر تین مرتبہ کہا جائے تو اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ نکاح کرنے والے کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار؟، آپ نے جواب میں لکھا کہ نکاح، خواہ کوئی اور عقد ہو، میں تین بار قبول اصلاً ضرور نہیں، ایک ہی بار کافی ہے اور تین بار تین طرح الفاظ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں،[25] یعنی ایجاب و قبول کے الفاظ ایک ہی بار کہنے سے نکاح منعقد ہو جائے گا، تین بار کہنا ضروری نہیں ہے اور کہنے میں حرج بھی نہیں ہے، بس مزید تاکید ہو جائے گی۔"[26]

منکوحہ سے دوبارہ ایجاب وقبول:

سوال: "کسی نوجوان لڑکے اور لڑکی نے دو گواہوں کے سامنے والدین سے چھپ کر نکاح کیا ہو، بعد میں گھر والے اس شادی پر رضامند ہو جائیں اور باقاعدہ خاندان وبرادری کے لوگوں کے درمیان شادی کی تقریب منعقد کی جائے اور نکاح خواں سے نکاح بھی پڑھوایا جائے تو کیا یہ دوبارہ نکاح جائز ہے؟ اس کے مہر کا کیا حکم ہے؟"

جواب: "اگر لڑکا لڑکی کا کفو ہے یعنی حسب نسب، پیشہ ومال وغیرہ میں لڑکی کی برابری رکھتا ہے اور نکاح

شریعت کے مطابق دو گواہوں کے سامنے ہوا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے، اگرچہ والدین کی اجازت اور رضامندی حاصل نہ کرنا نافرمانی کا سبب ہے۔ اگر وہ خاندان یا برادری کے سامنے دوبارہ ایجاب و قبول کرتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ مہر کا جہاں تک تعلق ہے تو نکاح اول کا مہر ہی شوہر پر واجب ہے۔ علامہ نظام الدین لکھتے ہیں: اگر کسی عورت سے ایک ہزار درہم (مہر) پر نکاح کیا، پھر دو ہزار درہم پر دوبارہ (تجدید) نکاح کیا، اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ شیخ امام جو خواہر زادہ کے نام سے معروف ہیں، کتاب النکاح میں ذکر کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق دوسرا مہر اس پر لازم نہیں ہو گا اور اُس کا مہر ایک ہزار درہم ہی رہے گا، مگر امام ابویوسفؒ کا قول ہے کہ دوسرا مہر لازم ہو جائے گا۔ بعض فقہانے ائمہ احناف کے اختلاف رائے کو اس کے برعکس بیان کیا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ دوسرا مہر لازم نہیں ہے۔ امام قاضی خان نے فتویٰ دیا ہے کہ دوسرے نکاح سے کچھ بھی لازم نہیں ہوتا، مگر جب (شوہر کی مراد مہر میں زیادتی کی ہو، پس دوسرا مہر بھی واجب ہو جائے گا۔" علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں: "دوبارہ نکاح ایک ہزار کی زیادتی پر کیا تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ اب (شوہر پر) دو ہزار واجب ہو گئے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خاندان کی عزت بچانے کے لیے دوبارہ نکاح میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے۔ دوبارہ نکاح پہلے مہر پر ہی منعقد ہو تو درست ہے اور اگر شوہر کی رضامندی سے پہلے مہر میں اضافہ کر کے زیادہ رقم پر دوسرا نکاح منعقد کیا گیا ہو تو مختار قول کے مطابق یہ اضافی مہر شوہر پر لازم ہو گا۔"[27]

"آپ کے مسائل اور ان کا حل"، روزنامہ جنگ

لڑکی کے قبول کیے بغیر نکاح نہیں ہوتا:

سوال: "ایک لڑکا اور لڑکی آپ میں بہت پیار کرتے تھے اور دونوں کا شادی کا بھی ارادہ تھا، جب یہ سب کچھ لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو لڑکی کے والدین نے لڑکی کی شادی دوسرے لڑکے سے کرادی۔ جب لڑکی کا نکاح ہونے لگا تو لڑکی نے وکیلوں اور گواہوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لڑکی کے باپ نے جھوٹے وکیلوں اور گواہوں کے ساتھ سیٹ کر دیا، اسی جھوٹی گواہی سے مولوی صاحب سے نکاح پڑھوالیا۔ اب بتائیے کہ یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور ان دونوں میئں بیوی کی اولاد جائز ہو گی یا نہیں؟"

جواب: "عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کو قبول کرنا ضروری ہے، بغیر اس کے نکاح نہیں ہوتا، اگر لڑکی نے نکاح کی اجازت نہیں دی اور نکاح ہونے کے بعد اس کو مسترد کر دیا، تو یہ نکاح نہیں ہوا۔ البتہ نکاح کے بعد اگر لڑکی نے زبان سے اس نکاح کو مسترد نہیں کیا تھا بلکہ خاموش رہی تھی اور پھر جب لڑکی کو رخصت کیا گیا تو وہ چپ چپ رخصت ہو گئی اور جس شخص سے اس کا نکاح کیا گیا تھا اس کو میاں بیوی کے تعلق کی اجازت دے دی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس نے والدین کے کیے ہوئے نکاح کو عملاً قبول کر لیا، لہٰذا نکاح صحیح ہو گیا اور اولاد بھی جائز۔"[28]

لڑکی کے دستخط اور لڑکے کا ایک بار قبول کرنا نکاح کے لیے کافی ہے:

سوال: ایک دن میری ہمشیرہ کا اور دوسرے دن میری کزن کا نکاح ہوا، جس میں محلہ کے امام صاحب نے نکاح پڑھایا، مگر دولہا سے دو مرتبہ پوچھا: "تمھیں قبول ہے؟" مگر دلہن سے صرف ایک دستخط کرائے، استفسار پر جواباً فرمانے لگے کہ شریعت میں ایک مرتبہ پوچھنا ہوتا ہے دوسری مرتبہ گواہوں کی تسلی کے لیے ہوتا ہے۔ آپ ہماری ذہنی خلش کو دور فرمادیں کیا یہ نکاح درست ہوئے ہیں؟

جواب: صرف صرف ایک دفعہ کے "قبول ہے" سے بھی نکاح ہو جاتا ہے، اور لڑکی نے جب دستخط کر دیئے تو گویا اپنی رضامندی سے مولوی صاحب کو وکیل بنادیا، اس لیے نکاح صحیح ہے۔[29]

لڑکی کے صرف دستخط کر دینے سے اجازت ہو جاتی ہے:

سوال: "پندرہ دن پہلے میری شادی ہوئی تھی، نکاح کے وقت وکیل نے مجھ سے نکاح نامے پر صرف دستخط کرالیے، یہ نہیں پوچھا کہ "آپ کو فلاں لڑکا قبول ہے؟" اب میں بہت پریشان ہوں کہ آیا صرف دستخط کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے یا وکیل کی طرف سے پورا جملہ بھی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے؟ اور کیا لڑکی کو بھی تین مرتبہ منہ سے "قبول ہے" بولنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے کہا ہے کہ دستخط کرنے سے بھی نکاح ہو جاتا ہے بشرطیکہ لڑکی پر جبر نہ کریں اور وہ اپنی مرضی سے کرے۔ یہ بات میں واضح کر دوں کہ نکاح نامے پر دستخط میں نے کسی دباؤ یا زور دینے پر نہیں بلکہ اپنی مرضی، خوشی اور ہوش وحواس میں کیے تھے۔"

جواب: "لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت دی جاتی ہے، اور بغیر جبر واکراہ کے دستخط کر دینے سے بھی اجازت ہو جاتی ہے، اس لیے نکاح صحیح ہے، دستخط کرنے کے بعد لڑکی کا تین بار منہ سے "قبول ہے" کہنا ضروری نہیں۔"[30]

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں بنتی

سوال: "میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں، اتنی محبت کہ میں نے روحانی طور پر اسے اپنی بیوی مان لیا ہے، اور کچھ عرصہ پہلے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی بیوی مانا ہے، آپ بتایئے کہ کیا وہ لڑکی ایسا کرنے سے میری بیوی ہو گئی؟ اگر نہیں تو کیا کہیں اور شادی کرتے وقت مجھے اسے طلاق دینا ہو گی یا اس کی کوئی عدّت وغیرہ کرنی ہو گی؟"

جواب: "قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں ہو جاتی، چونکہ قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھنے سے دونوں کا نکاح نہیں ہوا اس لیے اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے، اور آپ بھی والدین کی خواہش کے مطابق شادی کر سکتے ہیں۔ البتہ قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر آپ نے جو قسم کھائی تھی وہ ٹوٹ جائے گی لہٰذا نکاح کے بعد دونوں اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیں۔"[31]

"دینی مسائل اور ان کا حل"، روزنامہ دنیا

لڑکے کی تحریر "میں خدا کو حاضر جان کر نکاح کر چکا ہوں" لڑکی کی طرف سے پڑھنے سے نکاح کا مسئلہ

سوال: "میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اور مجھے ان سے محبت بھی ہے لیکن جادو وغیرہ کی وجہ سے میری شادی ان سے نہیں ہو سکی تھی میں نے لڑکی کو لکھ کر دیا کہ "میں خدا کو حاضر جان کر نکاح کر چکا ہوں اور اس کا ذمہ دار میں ہوں" میرے لکھے گئے ان الفاظ کو لڑکی نے اس کی بہن اور بہنوئی نے بھی پڑھا اور انھوں نے کہا اس طرح شادی یا نکاح نہیں ہوتا آپ بتادیں کہ ان لکھے ہوئے الفاظ، تحریر اور گواہوں کی موجودگی میں یہ شادی یا نکاح ہو گیا ہے؟"

جواب: "محض آپ کی اس تحریر سے اور لڑکی کے اس تحریر کو پڑھ لینے سے شرعاً نکاح نہیں ہوا کیونکہ عورت کا دو گواہوں کی موجودگی میں از خود آپ کے ایجاب کو قبول کرنا نکاح کے لیے لازمی شرط ہے جو یہاں نہیں پائی گئی۔ اس کی صحیح صورت یہ تھی کہ جب لڑکی کے پاس آپ کی تحریر پہنچی تو وہ دو گواہوں کے سامنے یہ تحریر سنا کر کہتی کہ لڑکے نے یہ لکھ کر بھیجا ہے وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے میں تمھیں گواہ بناتی ہوں کہ وہ مجھے قبول ہے، اس طرح یہ نکاح درست ہو جاتا لیکن چونکہ مذکورہ صورت میں اس طرح نہیں کیا گیا اس لیے محض آپ کی یکطرفہ تحریر سے شرعاً نکاح نہیں ہوا.... دو گواہوں کا ہونا اور اعادہ تحریر عورت کا کرنا اور اس کے بعد روبرو دو گواہوں کے قبول کرنا شرط جواز ہے۔"[32]

مرد اور عورت کے ایجاب و قبول سے نکاح ہو جاتا ہے

سوال: "اس مسئلہ کے بارے میں بتائیے کہ زید نے ہندہ کے ساتھ دو بالغ آدمیوں کی موجودگی میں ان الفاظ کے ساتھ ایجاب و قبول کیا کہ ہندہ نے بغیر کسی نام لیے اور بغیر اشارہ کیے ہوئے زید کی طرف مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے میں نے اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دیا اور زید نے قبول کیا یہ الفاظ دو مرتبہ ان کے سامنے کہے۔ کیا اس طرح سے ایجاب و قبول کرنے سے ہندہ زید کے نکاح میں آگئی ہے؟ واضح رہے کہ نکاح کے لیے باقاعدہ مجلس منعقد نہیں ہوئی اور نہ ہی گواہوں کو یہ بتایا گیا کہ ہم نکاح کر رہے ہیں اور زید اور ہندہ دونوں رکشہ میں بیٹھے ہوئے تھے اس طرح کہ زید کا رخ ہندہ کی طرف تھا اور ہندہ کا رخ زید کی جانب، اور دونوں آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے پہلی مرتبہ ایجاب و قبول کرنے کے بعد گواہوں کو بات سمجھ نہیں آئی انھوں نے پوچھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں تو ہندہ نے دوبارہ ایجاب کے الفاظ کہے اور زید نے قبول کیا تو سامعین نے سمجھنے پر نکاح کی مبارک باد بھی دی۔ وضاحت: زید پہلے سے بھی شادی شدہ ہے جبکہ ہندہ بیوہ ہے اور دونوں ایک ہی خاندان سے ہیں، اور انھوں نے ایجاب و قبول کے مذکورہ الفاظ بھی نکاح ہی کے ارادہ سے کہے ہیں۔"

جواب:''نکاح کے لیے باقاعدہ کسی خاص مجلس کا انعقاد ضروری نہیں اور نہ ہی مجلس میں موجود افراد میں سے چند افراد کا گواہوں کے طور پر تعین یا ان کو پیشگی نکاح کی اطلاع دینا ضروری ہے، بلکہ ایک ہی مجلس میں کم از کم دو بالغ افراد کے سامنے لڑکے اور لڑکی یا انکی طرف سے اس کے وکیل کے ایجاب وقبول کرنے سے شرعا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید اور ہندہ نے دو افراد کی موجودگی میں دوسری مرتبہ جو ایجاب وقبول کیا ہے جسے ان دو افراد نے بھی سنا ہے اس سے شرعاً انکا نکاح درست ہو گیا ہے اور ہندہ زید کے نکاح میں آچکی ہے لہٰذا دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ نیز چونکہ اس موقع پر مہر کا ذکر نہیں کیا گیا لہٰذا مذکورہ صورت میں مہر مثل لازم ہو گا یعنی عورت کے خاندان کی دیگر خواتین مثلاً اس کی بہنوں، پھوپھیوں وغیرہ کے مہر کے برابر مہر لازم ہو گا۔''[33]

لڑکی سے اجازت لیے بغیر کیا گیا نکاح:

سوال:''اگر کسی لڑکی کا نکاح اس طرح کیا گیا ہو کہ نکاح خواں نے نکاح کے موقع پر نہ تو اپنی طرف سے وکالت ظاہر کی اور نہ ہی دُلہن کی طرف سے کسی کو وکیل بنا کر پوچھا گیا، بلکہ صرف دولہا کی طرف سے قبول کیا گیا، یعنی نکاح خواں نے ڈلہن کے وکیل سے کچھ نہیں پوچھا۔ کیا یہ نکاح درست ہو گا؟''

جواب:''شرعاً نکاح لڑکے اور لڑکی یا اُن کی طرف سے وکیلوں کے باقاعدہ ایجاب وقبول کے ذریعے منعقد ہوتا ہے، اگر لڑکی کی طرف سے ایجاب نہیں ہوا، نہ ہی اُس کی طرف سے اُس کے والد یا وکیل نے ایجاب کیا تو شرعا اسے ''نکاح فضولی'' کہا جائے گا، جس کا حکم یہ ہے کہ یہ نکاح دلہن کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر بعد میں دلہن نے اجازت دے دی تو شرعاً یہ نکاح منعقد ہو گیا ورنہ نہیں۔''[34]

لڑکی کا نکاح کے بعد رخصتی سے انکار:

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ محمد امیر نے اپنی پوتی کا نکاح امان اللہ سے دس، بارہ سال قبل ایک نمازی، نکاح خواں ولد حاجی امیر غازی عباس کے رُوبرو کر دیا تھا اُس وقت لڑکی اور لڑکا نابالغ تھے۔ اب لڑکی جوان ہو چکی ہے اور لڑکا بھی کام کر رہا ہے۔ ان تمام برسوں کے دوران لڑکی نے کبھی اس نکاح سے انکار نہیں کیا، نہ کسی سہیلی سے کہا کہ یہ رشتہ مجھے منظور نہیں، بلکہ لڑکی اس رشتے پر راضی تھی لیکن لڑکی کا والد محمد نصیر انکاری ہو گیا ہے۔ چند ماہ قبل وہ لڑکے کے والد کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے تمہارے لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکی نہیں بیاہنی۔ براہ کرم اسے طلاق دے دیں۔ لڑکے کے والد نے کہا کہ کیا میرے لڑکے میں کوئی عیب یا برائی ہے؟ اس نے کہا کہ لڑکا ٹھیک ہے لیکن میں بیٹی نہیں دے سکتا۔ لڑکے (امان اللہ) نے کہا کہ شرعی عذر کے بغیر میں طلاق نہیں دوں گا۔ اب محمد نصیر دوسری جگہ لڑکی کی شادی کر رہا ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ پہلے نکاح کے باوجود دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے؟ شریعت کیا حد لگاتی ہے؟ کیا اُس لڑکی کا جنازہ پڑھنا جائز ہو گا؟ کیا دونوں فریقین برابر کے مجرم ہیں؟ شریعت اُن پر کیا حد لگاتی

ہے ؟ جو اولاد پیدا ہو گی وہ حلالی ہو گی ؟ دونوں فریقوں کے ساتھ قربانی یا کوئی شرعی لین دین کرنا جائز ہو گا ؟ تفصیل سے فتویٰ عنایت کریں۔

جواب: صورت مسئولہ میں اگر نصیر احمد نے گواہوں کے روبرو با قاعدہ ایجاب و قبول کے ساتھ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح مسمی محمد امان اللہ سے کیا تھا تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہو چکا۔ اب نصیر احمد کا بلا وجہ اسے طلاق دینے کا مطالبہ کرنا غیر شرعی ہے۔ طلاق یا خلع کے ذریعے علیحدگی اختیار کیے بغیر لڑکی کا دوسرا نکاح کرانا نکاح پر نکاح ہے، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ چوں کہ دوسرا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہو گا، اس لیے بغیر نکاح کے لڑکی کا دوسرے شوہر کے ساتھ رہنا بدکاری ہو گا۔ اِس سے احتراز کرنا لازم ہے، نیز لڑکی کے والد کو حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ شرعی مسئلہ سمجھایا جائے اور برادری کے افراد پر بھی لازم ہے کہ وہ یہ نکاح روکیں۔ اگر پھر بھی وہ نہ رکیں تو عارضی طور پر اُن سے قطع تعلق کر لیا جائے۔[35]

لوگوں پر نکاح سے متعلق ایجاب و قبول کے فتاویٰ کے اثرات کا تجزیہ

مفتی منیب الرحمٰن، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور مفتی محمد زبیر نے ایجاب و قبول سے متعلق تقریباً ملتے جلتے سوالات پر جو فتاویٰ جات دیئے ہیں سب کے فتاویٰ کا حاصل ایک ہی البتہ مفتی منیب الرحمٰن نے اپنے فتویٰ میں بطور استدلال ما قبل کے بزرگوں اور فقہی کتابوں کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں جیسے ''ایک بار ایجاب و قبول کافی ہے'' پر امام احمد رضا خاں بریلویؒ کا فتویٰ اور ''دوبارہ ایجاب و قبول کے فتویٰ'' میں علامہ نظام الدین اور خواہر زادہ وغیرہ کے حوالہ نقل کیے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ایجاب و قبول سے متعلق جو فتاویٰ دیئے ہیں وہ لوگوں کی طبائع کے موافق اختصار کے ساتھ عام فہم انداز میں ہیں کیونکہ اکثر لوگوں لمبی چوڑی عبارتوں کا مطالعہ نہیں کرتے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسئلہ میں اختصار کو اکثر لوگ پسند کرتے ہیں ہاں جہاں حوالہ وغیرہ کی ضرورت پڑھے تو اس کے لیے دارالافتاؤں سے با قاعدہ باحوالہ تحریر شدہ فتویٰ لیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مفتی محمد زبیر نے اپنے فتووں میں وضاحت طلب فتویٰ سے متعلق مستند فتاویٰ میں صفحہ نمبر اور جلد نمبر لکھ کر بتا دیا ہے کہ اس کی تفصیل کتب فتاویٰ کی فلاں جلد کے فلاں صفحہ میں دیکھ لیں۔

بغیر گواہوں کے نکاح سے متعلق فتاویٰ

نکاح کے لیے جس طرح ایجاب و قبول شرط ہے، اسی طرح نکاح کے صحیح ہونے کے لیے دو عاقل بالغ مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری شرط ہے۔ ایجاب و قبول دو گواہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے۔ لڑکا اور لڑکی خود سے بغیر دو گواہوں کے اگر ایجاب و قبول کر لیتے ہیں تو شرعًا وہ نکاح نہیں ہو گا۔ تینوں اخبارات روزنامہ ایکسپریس، روزنامہ جنگ اور روزنامہ دنیا میں گواہوں کی موجودگی اور ان کی غیر موجودگی کی صورت میں نکاح کا کیا حکم ہے سے

متعلق پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابی فتاویٰ کو الگ الگ نقل کرنے کے بعد آخر میں ان فتاویٰ کے اثرات تجزیہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

"تفہیم المسائل"، روزنامہ ایکسپریس

گواہ اور ایجاب و قبول

سوال: "میری 19 سالہ سالی نے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف اپنی پسند سے نکاح کر لیا۔ اس میں لڑکی کا وکیل اور گواہ لڑکے کے دوست تھے۔ نکاح ایک مجلس میں نکاح خواں نے اس طرح پڑھایا کہ لڑکی اور لڑکا اس کے سامنے بیٹھے تھے، لیکن خاندان کا کوئی فرد نہیں تھا۔ کچھ لوگ اس نکاح کو نہیں مان رہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لڑکی کا وکیل اس کا کوئی محرم رشتے دار جیسے باپ، بھائی، چاچا، تایا، ماموں وغیرہ ہونا چاہیے تھا۔ کیا یہ نکاح جائز ہے؟"

جواب: "اگر لڑکا لڑکی کا کفو ہے اور نکاح شریعت کے مطابق باقاعدہ ایجاب و قبول اور مہر کے تعین کے ساتھ دو گواہوں کے سامنے ہوا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے، اگرچہ والدین کی اجازت اور رضامندی کے بغیر ایسا کرنا نافرمانی ہے اور گناہ کا سبب ہے۔ شرعی اور قانونی طور پر بہت سے امور ناپسندیدہ یا غیر اخلاقی ہونے کے باوجود نافذ اور مؤثر ہوتے ہیں، جیسے شوہر کا اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاقیں دینا یا حالت حمل میں طلاق دینا وغیرہ۔ آپ نے لکھا ہے کہ لڑکی کے والد، بھائی، چچا، تایا اور ماموں وغیرہ میں سے کسی کو لڑکی کا وکیل ہونا چاہیے تھا، ہماری معاشرتی اقدار کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہیے، لیکن شرعاً یہ واجب اور لازم نہیں ہے۔ لڑکی کے والد، بھائی اور چچا وغیرہ حسب ترتیب اس کے اولیا میں شمار ہوتے ہیں یہ وکیل کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب اصل فریق عقد مجلس نکاح میں موجود نہ ہو، مگر آپ کے بیان کے مطابق لڑکا اور لڑکی نکاح خواں کے سامنے موجود تھے تو وہاں وکیل کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ گواہوں کی موجودگی میں براہ راست دونوں کا ایجاب و قبول کر لینا نکاح کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہے۔"[36]

"آپ کے مسائل اور ان کا حل"، روزنامہ جنگ

بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا

سوال: "میں ایک کنواری، عاقلہ، بالغہ، حنفی، سنی، مسلمان لڑکی ہوں، میں نے ایک لڑکے سے خفیہ نکاح کر لیا ہے، نکاح اس طرح ہوا کہ لڑکے نے مجھ سے تین بار کہا کہ اس نے مجھے بہ عوض پانچ سو روپیہ حق مہر شرعی محمدی کے بموجب اپنے نکاح میں لیا، میں نے تینوں بار قبول کیا۔ اس ایجاب و قبول کا کوئی وکیل، کوئی گواہ نہیں۔ کسی مجبوری کے تحت ہم نکاح کی تشہیر بھی نہیں چاہتے۔ کیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہو گیا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیسے ہو گا؟ براہ کرم آپ کا جواب خالصتاً فقہ کی رو سے ہونا چاہیے۔"

جواب: "یہ نکاح دو وجہ سے فاسد ہے، اول یہ کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے دو عاقل بالغ مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری شرط ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، حدیث مبارکہ میں ہے کہ "وہ عورتیں زانیہ ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کر لیتی ہیں۔" دوسری وجہ یہ ہے کہ والدین کی اطلاع و اجازت کے بغیر خفیہ نکاح عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں لڑکا، لڑکی کے جوڑ کا نہ ہو۔ اور ایسی صورت میں والدین کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ: "جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔" بہر حال آپ کا نکاح نہیں ہوا، آپ دونوں الگ ہو جائیں، اور اگر میاں بیوی کا تعلق قائم ہو چکا ہے تو اس لڑکے کے ذمہ آپ کا مقرر کردہ مہر پانچ سو روپیہ لازم نہیں، بلکہ اس کے ذمہ مہر مثل لازم ہے۔ مہر مثل سے مراد یہ ہے کہ اس خاندان کی لڑکیوں کا جتنا مہر عموماً رکھا جاتا ہے اتنا دلوایا جائے۔ بہر صورت آپ دونوں الگ ہو جائیں اور توبہ کریں۔"[37]

"دینی مسائل اور ان کا حل"، روزنامہ دنیا

گواہوں کے بغیر نکاح کا حکم اور بغیر شرعی نکاح کے اکٹھے رہنے والوں کا معاملہ

سوال: "محترم زبیر بھائی صاحب، السلام علیکم! خیریت کی طالبہ بخیریت ہے، بھائی صاحب میں آپ کا کالم مسائل اور انکا حل بہت شوق سے پڑھتی ہوں ویسے تو اس طرح کے کالم بہت سے اخباروں اور رسائل میں شائع ہوتے ہیں مگر جس طرح مفصل جواب آپ دیتے ہیں کہ ذہن مطمئن ہو جائے کوئی اس طرح جواب نہیں دیتا خدا آپکی عمر لمبی کرے اور آپ لوگوں کی اسی طرح خدمت کرتے رہیں جس کی جزاء کوئی بندہ نہیں دے سکتا صرف خدا ہی دے سکتا ہے اور بیشک وہ بہتر دینے والا ہے، بھائی صاحب جو مسئلہ میں بیان کرنے والی ہوں وہ مسئلہ میرا ذاتی نہیں ہے مگر پھر بھی میں اس کے بارے میں مفصل جاننا چاہتی ہوں، بیشک آپ دو قسطوں میں کر کے اس کا جواب دید یجئے گا مگر لازمی دیجیے گا تاکہ رشتوں کا تقدس اور احترام باقی رہے اور ہمارے معاشرے میں ہونے والی اس تبدیلی کا ادراک بھی ہو سکے اور اس کے ہمارے اردگرد کے حالات پر جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان کا بھی حل نکالا جا سکے۔ بھائی صاحب! مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے محلہ میں ایک عورت ہے اس کے خاوند کا انتقال ہو چکا ہے جو ان بیٹے بیٹیاں ہیں بلکہ بہو اور پوتیاں بھی ہیں شوہر کے انتقال کے بعد ایک آدمی کا ان کے گھر آنا جانا ہوا محلے والوں نے پوچھا تو اس نے کہہ دیا ہم نے شرعی نکاح کیا ہے سب خاموش ہو گئے چند ماہ قبل اس کی بیٹی کسی کو ملی اور کہا آنٹی شرعی نکاح کیسے ہوتا ہے تو آنٹی نے کہا بیٹا آپ کیوں پوچھ رہی ہو تو اس نے جواب دیا کہ میری امی کہتی ہے کہ میں نے قرآن سامنے رکھ کر اس بندہ سے نکاح کیا ہے آنٹی بچاری چپ کر گئی اور بولی بیٹا تم ایسا کبھی نہ کرنا جب بھی نکاح کرنا گواہوں کی موجودگی میں اور مولوی کی موجودگی میں کرنا۔ اسی طرح مزید دو مثالیں یہ ہیں کہ (آگے تفصیلی سوال شائع کرنے کے بجائے)

ایک نکاح میں گواہ کوئی نہیں ہے تیسرے واقعہ میں بھی گواہ کوئی نہیں ہے گواہوں کے دستخط جعلی ہیں وغیرہ۔ ان نکاحوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز ان حالات میں کیا کیا جائے؟''

جواب: ''محترمہ بہن! وعلیکم السلام رحمتہ اللہ وبرکاتہ آپ کا تفصیلی خط پڑھا۔ آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ شرعاً گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور گواہی کی شرط پائی جانے کے باوجود بھی آپ ﷺ نے متعدد احادیث میں نکاح اعلانیہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور نکاح شرعاً درست ہونے کے لیے شوہر اور بیوی یا ان کے وکلاء کا ایجاب وقبول، مہر مقرر کرنا اور مجلس نکاح میں کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ان شرائط کے بغیر شرعاً نکاح نہیں ہوتا۔ آپ نے جو تین واقعات بیان کیے ان میں سے پہلے نکاح میں قرآن کو گواہ بنایا گیا ہے جبکہ دوسرے نکاح میں بھی گواہ کوئی نہیں ہے اسی طرح تیسری صورت میں بھی آپ نے لکھا ہے کہ گواہ نہیں ہیں اور نکاح نامہ پر ان کے دستخط جعلی ہیں اور گواہ حلفاً ان دستخطوں سے انکار کرتے ہیں لہٰذا ان تینوں صورتوں میں شرعاً نکاح نہیں ہوا۔ ان تینوں صورتوں میں عورت اور مرد کا میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ نیز بغیر شرعی شرائط کیے گئے نکاح کو شرعی نکاح کہنا بھی بالکل غلط ہے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ ان حالات میں کیا کیا جائے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ جس محلہ یا علاقہ میں اس طرح کے افراد ہوں اس علاقہ کے معزز دین دار افراد کو چاہیے کہ ان سے گواہ اور نکاح کا ثبوت طلب کریں (جس کی مروجہ شکل نکاح فارم ہے) اگر وہ پیش نہ کر سکیں تو ایسی صورت میں انھیں حکمت وموعظہ حسنہ سے سمجھا کر علیحدہ کیا جائے اگر وہ نہ مانیں تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کریں اگر قانونی کارروائی نہ ہو تو ایسے افراد سے قطع تعلق کر لیا جائے۔''[38]

اپنا نکاح خود پڑھانا

سوال: ''کیا دو گواہوں یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں دلہن کی رضامندی قبولیت سے حق مہر شرعی مقرر کر کے دولہا خود اپنا نکاح پڑھا سکتا ہے؟''

جواب: ''جی ہاں پڑھا سکتا ہے۔ کسی تیسرے کا نکاح خواں ہونا شرعاً لازم نہیں۔ انسان اپنا نکاح شرعی گواہوں کی موجودگی میں مہر کے ساتھ خود بھی کر سکتا ہے''۔[39]

لوگوں پر نکاح سے متعلق گواہوں کی موجودگی وعدم موجودگی کے فتاویٰ کے اثرات کا تجزیہ:

مفتی منیب الرحمٰن، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور مفتی محمد زبیر نے نکاح میں گواہوں کی موجودگی اور غیر موجودگی سے متعلق استفتاؤں کے مفصل جوابات دیئے ہیں۔ جوان لڑکا اور جوان لڑکی کے مذکورہ بالا استفتاؤں سے معلوم ہوا کہ وہ اخبارات میں شائع ہونے والے فتاویٰ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں اور یہ فتاویٰ ان کی زندگیوں پر اثرات

انداز ہوئے ہیں تب ہی خفیہ نکاح کی صورت میں لڑکا اور لڑکی مذکورہ اخباروں میں اپنا استفتاء ارسال کر کے اس پر فتویٰ اور شرعی حکم معلوم کر کے اپنی زندگی شریعت کے موافق گذارنے کے خوہاں ہیں۔

لوگوں کے استفتاؤں سے معلوم ہوا کہ بہت سے خداخوفی رکھنے والے اخباروں میں چھپنے والے فتاویٰ کو شوق سے پڑھتی ہیں اور لکھنے والے مفتیان کرام کے جواب سے ان کے ذہن مطمئن ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لکھنے والوں میں سے جو حیات ہیں ان کی عمر لمبی کرے اور یہ حضرات لوگوں کی اسی طرح خدمت کرتے رہیں جس کی جزاء کوئی بندہ نہیں دے سکتا صرف خدا ہی دے سکتا ہے اور بیشک وہ بہتر دینے والا ہے، اور جو وفات پا چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

نکاح نامہ کی رجسٹریشن اور فارم پُر کرنے سے متعلق فتاویٰ

نکاح منعقد ہو جاتا ہے دو عاقل بالغ مسلمان گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لینے سے اس کے لیے نکاح نامہ پُر کرنا یا نکاح کی رجسٹریشن کروانا فرض یا ضروری نہیں اس کے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے البتہ حکومتی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے نکاح فارم پر کرنا اور اس کی رجسٹریشن لازمی ہے۔ روزنامہ ایکسپریس اور روزنامہ دنیا میں نکاح فارم پر کرنے اور نکاح کی رجسٹریشن سے متعلق پوچھے گئے فتاوی کو نقل کرنے کے بعد آخر میں ان فتاویٰ کے اثرات کا تجزیہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

"تفہیم المسائل"، روزنامہ ایکسپریس

غیر رجسٹرڈ نکاح کی شرعی حیثیت

سوال: "سردار بی بی اور محمد حنیف کا نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح خواں نے پڑھایا۔ لیکن اس نکاح کا اندراج رجسٹر میں نہیں کرایا، جو کہ ہمارے ہاں اکثر رخصتی پر یہ نکاح رجسٹرڈ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ بغیر رجسٹریشن نکاح ہوا یا نہیں؟ اور محمد حنیف کے طلاق دیئے بغیر نیاز بی بی دوسرے فریق فریق سے نکاح کر سکتی ہے؟"

جواب: "نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے، نکاح کے شرعی طور پر منعقد ہونے کے لیے فارم پُر کرنا یا رجسٹریشن کرانا شرط نہیں، البتہ یہ قانونی ضرورت بھی ہے اور دستاویزی ثبوت کی وجہ سے تنازعات کے حل میں مدد ملتی ہے، لہٰذا یہ مستحسن امر ہے اور ایسا کرنا بہتر ہے۔ امام احمد رضا قادری سرہ العزیز لکھتے ہیں: "قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرطِ نکاح نہیں، رجسٹر آج سے نکلے ہیں، پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے، ہاں یہ یادداشت کے لیے درج ہونا بہتر ہے،، علامہ نظام الدین لکھتے ہیں: "نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے" لہٰذا مذکورہ بالا گواہوں کی موجودگی میں محمد حنیف کا نکاح نیاز بی بی سے منعقد ہو گیا اور چونکہ نیاز بی بی کے والد بھی نکاح کے وقت موجود تھے،

اس لیے بجا طور پر ولی کی رضا بھی اس میں شامل ہے۔ اور اب وہ اس کی پابند ہے، بغیر اس کے طلاق دیئے، یا اس کی زندگی میں اس کے نکاح میں رہتے ہوئے کسی اور شخص سے نکاح کرنا حرام ہے اور اگر نکاح کیا تو منعقد ہی نہیں ہو گا اور زنا کی مرتکب ہو گی۔"[40]

"دینی مسائل اور ان کا حل"، روزنامہ دنیا

نکاح فارم کی شرعی حیثیت

سوال: "نکاح مجوزہ فارم پر تحریر کرانا اور درج کرانا عائلی قوانین کے مطابق تو لازم ہے کیا شرعاً بھی عائلی قوانین کی پابندی لازم ہے؟"

جواب: "نکاح فارم میں نکاح درج کرانا شرعاً لازم نہیں البتہ قانوناً ضروری ہے اور حکومت کے جائز قانون کی پاسداری کرنا شرعاً بھی لازم ہے اس لیے نکاح فارم میں اپنا نکاح درج کرانا چاہیے تاہم شرعاً نکاح کی درستی فارم میں اندراج پر موقوف نہیں۔"[41]

نکاح نامہ کی رجسٹریشن اور فارم پُر کرنے سے متعلق فتاویٰ کے اثرات کا تجزیہ:

روزنامہ ایکسپریس اور روزنامہ دنیا میں نکاح فارم پر کرنے اور نکاح کی رجسٹریشن سے متعلق پوچھے گئے سوالات کے شرعی جواب تحریر کیے ہیں۔ مفتی منیب الرحمٰن نے روزنامہ ایکسپریس میں فارم پُر کرنا یا رجسٹریشن کرانا سے متعلق آسان لفظوں میں بتایا دیا تا کہ پڑھنے والے آسانی سے یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ نکاح کی رجسٹریشن قانونی ضرورت ہے اور یہ ایک دستاویزی ثبوت ہے جس کی وجہ سے تنازعات کے حل میں مدد ملتی ہے البتہ اگر رجسٹرڈ نہیں کیا گیا تو نکاح کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح مفتی محمد زبیر نے بھی روزنامہ دنیا میں رجسٹرین سے متعلق آسان لفظوں میں تحریر کر دیا کہ حکومت کے جائز قانون کی پاسداری کرنا شرعاً لازم ہے اور رجسٹریشن حکومتی قانون ہے لہٰذا رجسٹرڈ کروانا ضروری ہے تاہم شرعاً نکاح کی درستی فارم میں اندراج پر موقوف نہیں۔

نتائج بحث:

ا۔ عہدِ حاضر میں جہاں کاغذ پر کُتب، رسائل و جرائد اور اخبارات وغیرہ کی طباعت ہوتی ہے وہیں اب یہ چیزیں آن لائن (یعنی انٹرنیٹ) پر بھی بآسانی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ جو عوام الناس کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں کیوں کہ عام آدمی گھر بیٹھے آن لائن اخبارات، کتب ورسائل وغیرہ سے استفادہ کر سکتا ہے

۲۔ اخبارات میں شائع شدہ فتاویٰ جات سے ان فتاویٰ پر عمل کرنے سے خاندانی تناؤ یا اختلافات کو ختم کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے

۳۔ اخباروں میں شرعی فتاویٰ کی اشاعت سے لوگ نکاح، حق مہر کے مختلف احکام کے بارے میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کے علاوہ نکاح کی اہمیت اور فوائد کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ علماء کرام اپنی گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے تمام لوگوں کو وقت نہیں دے سکتے، جب وہ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں کہ عموماً ایک وقت میں ایک مستفتی اُن سے استفادہ کر سکتا ہے۔ جب کہ آن لائن ہونے کی صورت میں ایک وقت میں لاکھوں افراد بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

۵۔ جوان لڑکا اور جوان لڑکی کے مذکورہ بالا استفتاؤں سے معلوم ہوا کہ وہ اخبارات میں شائع ہونے والے فتاویٰ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں اور یہ فتاویٰ ان کی زندگیوں پر اثرات انداز ہوئے ہیں تب ہی خفیہ نکاح کی صورت میں لڑکا اور لڑکی مذکورہ اخباروں میں اپنا استفتاء ارسال کر کے اس پر فتویٰ اور شرعی حکم معلوم کر کے اپنی زندگی شریعت کے موافق گذارنے کے خواہاں ہیں۔

۶۔ دور حاضر کی جوان نسل میں ان فتاوی کی وجہ سے علوم شریعہ کی طرف توجہ بڑھتی ہے اور یہ علوم سیکھنے کا ایک موقعہ بھی دستیاب ہوتا ہے جس کی بدولت کئی ایسے مسائل جو کہ ہماری سوسائٹی میں پیدا ہو چکے ہیں ان کا سدباب کرنے کا موقع میسر آتا ہے ورنہ نئی نسل کے بگاڑ بہت بڑھ سکتے ہین

۷۔ تحقیقی ذہنیت کے حامل افراد نے روزنامہ ایکسپریس کے مفتی منیب الرحمٰن کے فتاویٰ کو پسند کیا ہے وجہ پسندیدگی یہ ہے کہ مفتی منیب الرحمٰن نے اپنے فتاویٰ تحقیقی انداز میں دیئے ہیں جس میں وہ اکابر مفتیان کرام جیسے اکثر اپنے فتوؤں میں مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے فتاویٰ ذکر کرتے ہیں اسی طرح مستند فقہی کتابوں فتاویٰ شامی، ہدایہ وغیرہ کی عبارات کو اپنے فتاویٰ میں بطور استدلال نقل کرتے ہیں

۸۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ایجاب و قبول سے متعلق جو فتاویٰ دیئے ہیں وہ لوگوں کی طبائع کے موافق اختصار کے ساتھ عام فہم انداز میں ہیں کیونکہ اکثر لوگوں لمبی چوڑی عبارتوں کا مطالعہ نہیں کرتے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسئلہ میں اختصار کو اکثر لوگ پسند کرتے ہیں ہاں جہاں حوالہ وغیرہ کی ضرورت پڑھے تو اس کے لیے دارالافتاؤں سے باقاعدہ باحوالہ تحریر شدہ فتویٰ لیا جاسکتا ہے

۹۔ مفتی منیب الرحمٰن نے روزنامہ ایکسپریس میں فارم پُر کرنا یا رجسٹریشن کرانا سے متعلق آسان لفظوں میں بتایا دیا تاکہ پڑھنے والے آسانی سے یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ نکاح کی رجسٹریشن قانونی ضرورت ہے اور یہ ایک دستاویزی ثبوت ہے جس کی وجہ سے تنازعات کے حل میں مدد ملتی ہے البتہ اگر رجسٹرڈ نہیں کیا گیا تو نکاح کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح مفتی محمد زبیر نے بھی روزنامہ دنیا میں رجسٹرین سے متعلق آسان لفظوں میں تحریر کر دیا کہ حکومت

کے جائز قانون کی پاسداری کرنا شرعاً لازم ہے اور رجسٹریشن حکومتی قانون ہے لہٰذا رجسٹرڈ کروانا ضروری ہے تاہم شرعاً نکاح کی درستی فارم میں اندراج پر موقوف نہیں۔

---

1 ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی، مولانا، "مصباح اللغات"، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۹۹ء)، ص: 907، مجددالدين محمد بن يعقوب فيروز آبادى، **القاموس المحيط** (بيروت، لبنان: الموسسة العربيه، ١٤٢٦ھ/٢٠٠٥م)، ص: 223.

2 ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی، مولانا، "مصباح اللغات"، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۹۹ء)، ص: 869۔

3 علي بن محمد بن علي الزين الشريف الجرجاني، **كتاب التعريفات**، (بيروت: دار الكتب العلمية 1403ھ)، ج: ١، ص: 246.

4 عبدالرحمٰن الجزيري، **كتاب الفقه علي المذاهب الأربعة** (بيروت: دار المنادر ،للطبع و النشر والتوزيع، ١٩٩٩م)، ج: ۴، ص: 1-2.

5 إبراهيم بن محمد ابن نجيم المصري، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق**،(بيروت: دار الكتاب الإسلامي، س ن) ج: ٣، ص: 138.

6 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، مشمولہ روزنامہ "ایکسپریس"، جمعۃ المبارک دینی صفحہ "دین و دانش"، 6 جنوری 2012ء۔

7 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، مشمولہ روزنامہ "ایکسپریس"، 15 جولائی 2011ء۔

8 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، ج: ۲، ص: 253۔

9 ایضاً، ج: ۲، ص: 254۔

10 القرآن، الفتح ۴۸: 26۔

11 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، ج: ۱۰، ص: ۳۳۳۔

12 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، مشمولہ روزنامہ "ایکسپریس"، 23 اگست 2013ء۔

13 أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل البخاري، **صحيح البخاري**، (مصر: مطبعة الكبرى الأميرية، ببولاق ، ١٣١١ھ)، رقم الحديث: 1291.

14 إبراهيم بن عبد الله بن عبد الرحمن المديهش، **المختصر من أخبار فاطمة بنت سيد البشر - صلى الله عليه وعلى آله وسلم**، (المملكة السعودية: دار الآل والصحب الوقفية ، ١۴٣٢م)، ص: ۴۵.

15 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، مشمولہ روزنامہ "ایکسپریس"، 8 فروری 2013ء۔

16 محمد یوسف لدھیانوی، "آپ کے مسائل اور ان کا حل"، (کراچی: مکتبہ لدھیانوی، س ن)، ج: ۵، ص: ۲۶۔

17 محمد یوسف لدھیانوی، "آپ کے مسائل اور ان کا حل"، ج: ۵، ص: ۲۷۔

18 ایضاً، ج: ۵، ص: ۳۱۔

19 ایضاً، ج: ۵، ص: ۲۷۔

20 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، دینی ایڈیشن، "منبر و محراب"، 22 فروری 2013ء۔

21 ایضاً، 21 جولائی 2017ء۔

22 ایضاً، 13 مارچ 2015ء۔

23 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، 13 نومبر 2015ء۔

24 ایضاً، یکم فروری 2013۔

25 احمد رضا خان بریلوی، مولانا، "فتاویٰ رضویہ"، (لاہور: رضا فاونڈیشن، ۱۹۹۴ء)، ج: 11، ص: 217۔

26 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، مشمولہ روزنامہ "ایکسپریس"، 7 اکتوبر 2011ء

27 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، 23 ستمبر 2010ء۔

28 محمد یوسف لدھیانوی، "آپ کے مسائل اور ان کا حل"، ج: ۵، ص: ۳۶۔

29 ایضاً، ج: ۵، ص: ۳۴۔

30 ایضاً، ج: ۵، ص: ۳۵۔

31 محمد یوسف لدھیانوی، "آپ کے مسائل اور ان کا حل"، ج: ۵، ص: ۳۸۔

32 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، 18 دسمبر 2015ء۔

33 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، 15 جنوری 2016ء۔

34 ایضاً، 20 ستمبر 2013ء۔

35 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، 21 جون 2013ء۔

36 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، مشمولہ روزنامہ "ایکسپریس"، 6 اپریل 2012ء۔

37 محمد یوسف لدھیانوی، "آپ کے مسائل اور ان کا حل"، ج: ۵، ص: ۴۴۔

38 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، 16 جنوری 2015ء۔

39 ایضاً، 9 اکتوبر 2015۔

40 منیب الرحمٰن مفتی، "تفہیم المسائل"، ج: ۴، ص: ۴۵۲۔

41 محمد زبیر، مفتی، "دینی مسائل اور ان کا حل"، مشمولہ روزنامہ "دنیا"، 9 اکتوبر 2015ء۔